حقیقی نیکی وہی ہے جو محض خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی خوشنودی کی خاطر کی جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰؍ جون ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ ایمان باللہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرو۔

☆ انسان کی انفرادی اور اجتماعی نشو ونما اور ارتقاء ایک خاص الٰہی منصوبہ کے ماتحت ہے۔

☆ کامل نیک وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالاتا ہے۔

☆ مال صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں خرچ کرو۔

☆ ہر احمدی اور ہر جماعت کا فرض ہے کہ جب کوئی اجنبی یا مسافر نظر آئے تو اس سے تعلق قائم کرے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے آیت لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔
(البقرہ:۱۷۸)

تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا:۔

سورۃ بقرہ کی اس آیت میں بہت سے وسیع مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ مجھے چونکہ کل گرمی لگ جانے کی وجہ سے ضعف کی شکایت ہے اس لئے میں بڑے اختصار کے ساتھ محض چند باتیں بیان کرنے پر اکتفا کروں گا اور ان کی طرف اپنے دوستوں اور بھائیوں کو توجہ دلاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اَلْبِرَّ کا لفظ دو دفعہ مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔ البِرّ کے ایک معنی ہیں الطَّاعَةُ۔ الصلاح الصِّدْقِ (المنجد: باب الباء)

اس لحاظ سے اَلْبِرُّ کے معنی یہاں یہ ہوں گے ہر قسم کے فساد سے پاک ہونا اور ہر قسم کے حقوق اور واجبات پوری اطاعت کے ساتھ ادا کریں۔ پس فرمایا حقیقی نیکی یہ نہیں کہ تم نمازوں کی ادائیگی کے وقت مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرو۔ یا ان بشارات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن مجید میں دی ہیں کہ مشرق و مغرب کے تمام ممالک پر تمہارا قبضہ ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں گیا اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:۱۱۶) کہ جس طرف تم رُخ کرو گے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور اس

کے ملائکہ کی فوج کو اپنی امداد کے لئے پاؤ گے۔ تو فرمایا ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے تم مشارق اور مغارب کی طرف نکلو یا عبادت کی غرض سے تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو تو محض یہ بات وہ نیکی نہیں جس کا تمہارا رب تم سے تقاضا کرتا ہے۔ فرمایا وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ (اور یہاں البر کا لفظ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ کہ ہر قسم کے مفاد سے پاک اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری اطاعت اور فرمانبرداری سے ادا کرنے والا وہ ہے جو ایمان باللہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ یعنی علی وجہ البصیرۃ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو۔ اور اس کی ذات اور صفات میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ صحیفہ فطرت صحیحہ انسانیہ پر اس کی صفات کا انعکاس ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ہی سب نیکی ہے اور اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ (البقرہ:۱۳۲) کا نعرہ لگاتے ہوئے فنا فی اللہ کے سمندر میں اپنی ذات کو غرق کر دینا ہی سچی اور صحیح اور حقیقی اطاعت ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں نیکی کی ’’اصل صفت‘‘ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ ہے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یعنی نیک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہے اور کہ وہ واحد یگانہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اس زندگی کے ساتھ تمہاری حیات ختم نہیں بلکہ حشر کے روز پھر تمہیں اکٹھا کیا جائے گا ضرور پورا ہوگا اور اس روز ہم اپنے اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور وہ بھی یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو اس کارخانۂ علت و معلول میں آخری مخلوق علت قرار دیا ہے اور اپنے اور مخلوق کے درمیان بطور واسطہ کے قائم کیا ہے اور وہ یہ بھی ایمان لاتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ عَـلَّامُ الْغُيُوْبِ (المائدہ:۱۱۰) ہے اور انسان کی انفرادی نشوونما اور ارتقاء اور انسان کی اجتماعی نشوونما اور ارتقاء ایک خاص الٰہی منصوبہ کے ماتحت ہی ہے۔ اس لئے اس نے اپنے علم کامل کے مطابق ابتدائے پیدائش سے ہی الکتاب قرآن کریم کو ربانی ہدایت مقرر فرمایا ہے بے شک حضرت آدمؑ کے زمانہ سے ہی انبیاء پیدا ہوتے رہے جو انسان کو درجہ بدرجہ پست مقامات سے اُٹھا کر بلند مقامات کی طرف لے جاتے رہے لیکن ان کو جو کچھ بطور شریعت کے ملا وہ کامل اور مکمل شریعت نہ تھی بلکہ نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ (النساء:۵۲) اسی کامل کتاب کا ایک حصہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہوا تھا۔ اصل کتاب، اصل شریعت اور ہدایت جو اللہ تعالیٰ کے علم کامل میں ہے وہ قرآن کریم میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کامل نیک جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو صحیح طور پر بجالاتا ہے اور اپنے رب کی

کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہے۔ وہ ہے جو الکتاب پر ایمان لاتا ہے۔ یعنی قرآن کریم کو اس کا حق دیتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے جیسے کہ واقعی قدر کرنی چاہئے کیونکہ یہی وہ کامل کتاب ہے جس کے بعض حصوں نے آدم علیہ السلام کی تربیت کی، بعض حصوں نے نوح علیہ السلام کی تربیت کی، ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی تربیت کی اور آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنی اصلی اور حقیقی اور کامل اور مکمل شکل میں نازل ہوئی۔ پس کامل تربیت پانے والے صرف حامل قرآن ہی ہیں۔

والنبیین وہ شخص تمام انبیاء اللہ پر بھی ایمان لاتا ہے۔ ایمان بالنبوۃ کے لئے بھی کامل فرمانبرداری کی ضرورت ہے حتیٰ کہ اس کے اپنے نفس کا کچھ بھی باقی نہ رہے اور انسان اپنا سب کچھ اپنے رب کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائے اپنی عزت بھی، اپنی روایات بھی، اپنے توہمات اور خوش اعتقادیاں بھی۔

انبیاء پر ایمان لانے کا حکم یہودیوں کو بھی تھا۔ اس لئے ان پر فرض تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان لائیں آپ کی بعثت کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں خود ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں لیکن ان کا یہ خیال کہ آنے والا بنی اسرائیل (یہود) میں سے ہوگا ان کے ایمان میں روک بن گیا اور صرف اسی غلط خیال کے نتیجہ میں یہود آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے سے محروم ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمتی اور ظِلّی اور غیر مستقل نبوت کا دعویٰ کیا اور چونکہ بہت سے مسلمانوں میں اَسْلَمْتُ والی کیفیت اور ذہنیت نہیں پائی جاتی تھی بلکہ وہ خدا کی ماننے کی بجائے اپنی منوانا چاہتے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے سے محروم ہو گئے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ (البقرہ:۱۷۸) کہ وہ اپنا مال دیتا ہے۔ رشتہ داروں کو، یتامیٰ، مسکینوں اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرانے کے لئے بھی۔ لیکن یہ نیکی نہیں جب تک ''عَلٰى حُبِّهٖ'' نہ ہو۔

یہ خرچ مومن بھی کرتا ہے اور کافر بھی کرتا ہے کیونکہ بہت سے دنیا دار آپ کو نظر آئیں گے۔ جو اپنے رشتہ داروں پر اس لئے خرچ کر رہے ہوں گے کہ اس طرح خاندانی اتحاد اور اتفاق قائم رہے گا اور

ان کی عزت اور وجاہت قائم رہے گی وہ اپنے خاندان میں بھی بڑے سمجھے جائیں گے اور دنیا بھی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

اسی طرح بہت سے دنیا دار مختلف اغراض کے پیش نظر یتامی کی پرورش کے لئے خرچ کرتے ہیں اسی طرح مساکین کی حمایت کا دم بھرنے والے دنیا دار محض دنیا کی خاطر اپنے مال دیتے ہیں۔ بہت سی پارٹیاں آپ کو انگلستان اور امریکہ میں نظر آئیں گی کہ جنہیں کمزوروں کے ساتھ کوئی محبت اور پیار نہیں ہوتا۔لیکن اس خیال سے کہ اگر ہم نے ان کو اپنے سینے سے لگایا تو ہمیں سیاسی برتری حاصل ہو جائے گی۔ وہ ان کے لئے دوڑ دھوپ کرتی رہتی ہیں۔

اسی طرح مسافروں پر بھی اپنا پیسہ خرچ کر کے احسان کیا جاتا ہے تا کہ جب وہ اپنے وطن جائیں تو وہ کہیں کہ زید بڑا اچھا، بڑا خرچ کرنے والا اور بڑا پیار کرنے والا ہے اور مسافروں کا بڑا خیال رکھنے والا ہے ہم اس کے ہاں گئے تو اس نے ہماری بڑی خاطر کی یہی حال اس خرچ کا ہے جو غلاموں کے لئے کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نیکی نہیں، نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے پیسے یا مال کو (مال کے معنی مملوکہ چیز کے ہیں انسان اپنے نفس کا بھی مالک ہے، اپنی عزت کا بھی مالک ہے۔اپنے پیسے کا بھی مالک ہے۔وغیرہ) خرچ کرے تو عَلٰی حُبِّہٖ صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں خرچ کرے۔خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی خوشنودی کے سوا کوئی غرض اسے مدنظر نہ ہو۔ نہ تو اسے عزت کی خواہش ہو۔ نہ وجاہت کی خواہش ہو نہ دنیوی شہرت کی خواہش۔اور نہ اس کا ذہن فخر ومباہات کے غبار سے آلودہ ہو بلکہ جب بھی اور جو کچھ بھی وہ خرچ کرے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے نتیجہ میں اور اس کی خوشنودی کے حصول اور اس کی رضا کے پانے کے لئے خرچ کرے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ نیک شمار نہیں ہوگا اور کسی ثواب کا مستحق نہیں ٹھہرے گا۔

اسی طرح فرمایا کہ عبادت بجالانا خواہ وہ نماز ہو۔ یا مالی فرائض (مثلاً زکوٰۃ) ہوں یہ بھی حقیقی نیکی نہیں بلکہ نماز کو ان شرائط کے ساتھ بجالانا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں حقیقی نیکی ہے۔

ان شرائط میں سے بنیادی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے سوائے اس کے اور کوئی غرض نہ ہو کہ اس کی خوشنودی حاصل ہو۔تب یہ عبادت صحیح عبادت شمار ہوگی۔

اگر کسی نے اپنے نفس کو پالا اور اسے موٹا کیا اور قربانی دینے کے لئے تیار نہ ہوا تو اس کے متعلق یقیناً نہیں کہا جا سکتا۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ کہ اس نے نماز کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کیا۔

وَابْنَ السَّبِیْلِ (مسافر) کے متعلق میں ایک بات بیان کر کے اپنے خطبہ کو بند کر دوں گا۔ (ورنہ اس آیت کے مضامین بہت وسیع ہیں) اللہ تعالیٰ نے مسافر کے ساتھ ہمدردی، اخوت کا سلوک کرنے اور اسے مالی امداد دینے پر بڑا زور دیا ہے اور مختلف مقامات میں زور دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم ہر اس شخص سے جو ہمیں اپنے ماحول میں اجنبی نظر آئے واقفیت پیدا کریں ورنہ ہم اس کی خدمت نہیں کر سکیں گے۔

ابھی چند روز ہوئے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ میں باہر کی ایک جماعت میں گیا مسجد میں پہنچ کر میں نے اپنا بیگ رکھا اور نماز ادا کی وہ دوست کہتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں کی مہمان نوازی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دیا ہوا ہے، میری جیب میں پیسے تھے اور مجھے خیال بھی نہ تھا کہ میں کسی کے پاس جا کر کھانا کھاؤں۔ لیکن مجھے یہ احساس ہوا کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مسافر کا خیال رکھو مگر ہمارے ان دوستوں نے میری طرف کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ میری طرح کوئی اور مسافر یہاں آئے اور وہ ضرورت مند ہو۔ اگر اس سے بھی ایسا ہی بے توجہی کا سلوک ہو تو اس کی ضرورت پوری نہ ہو گی اسی احساس کے ماتحت میں یہ رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تا کہ آپ دوستوں کو اس طرف متوجہ کریں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ابن السبیل (مسافر) کے متعلق جو فرائض ہم پر عائد کئے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں ادا کرنے کی کوشش کریں۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ جب کوئی اجنبی اسے نظر آئے تو وہ اس سے تعلق قائم کرے اور اس کا تعارف حاصل کرے اور اسے پوچھے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کہاں تشریف لے جائیں گے۔

اگر آپ اس سے ملاپ پیدا کریں گے تو آپ اس کی ضرورت کو بھی پورا کر سکیں گے اس طرح اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور آپ کو ثواب ملے گا۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور آپ کی اور سلسلہ کی قدر پیدا ہو گی کیونکہ مسافر کے حالات کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی بے رُخی بھی اس کے دل پر بڑا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ یہی بھلائی کا حال ہے۔

میں یورپ میں پھرتا رہا ہوں ایک جگہ صرف اتنا ہوا کہ مجھے راستہ کی واقفیت نہ تھی۔ میں نے کسی

سے پوچھا تو اس نے یہ نہیں کہا کہ ادھر جائیں یا ادھر جائیں۔ بلکہ کہا کہ آیئے میں آپ کو وہاں تک پہنچا آؤں اس طرح اس نے اپنے وقت سے مجھے صرف چند منٹ ہی دیئے اور گو اس واقعہ کو گزرے قریباً تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن آج تک وہ واقعہ مجھے یاد ہے کیونکہ جب ایک اجنبی ایک شخص سے ہمدردی، اخوت اور محبت کا سلوک دیکھتا تو اس کے دل پر اس کا بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔

پس ہر احمدی اور ہر جماعت کے لئے ضروری ہے کہ جب کوئی اجنبی اسے نظر آئے تو وہ اس سے تعلق قائم کرے اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو اس کو پورا کرے اگر اسے کوئی ضرورت نہ ہوگی تو بھی اس کے دل پر اس کا اچھا اثر پڑے گا اور وہ کہے گا کہ یہ لوگ مسافروں کا خیال رکھتے ہیں۔ مسافر شخص فوراً پہچانا جاتا ہے تو جب احمدی دوست کسی ایسے شخص سے ملیں تو چاہئے کہ وہ احمدی اور اسلامی اخلاق کا نمونہ اس کے سامنے پیش کریں اور ابن السبیل کے لئے اپنے وقت اور اپنے مال کو قربان کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث ہو جائیں گے۔

دعا ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں ہم پر عائد کی ہیں وہی ہمیں توفیق دے کہ ہم انہیں ایسے طریق سے پورا کرنے والے ہوں کہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور اس کی رضا ہمیں حاصل ہو۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲؍ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۴)

☆......☆......☆